P. O. RGD No. A 229

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

چندہ، سالانہ دو روپیہ | قیمت فی پرچہ، دو آنہ

جلد ۸ | ۱۵ - جون سنہ ۱۹۵۰ء | مدیر قاضی عبدالغفار | ۲۹ شعبان ۱۳۶۹ ہجری | نمبر ۱۲

کچھ اپنی باتیں

انجمن کی شاخیں

ملک کے مختلف گوشوں میں انجمن کی شاخیں اب بھی موجود ہیں اور انمیں سے بعض کو مرکزی انجمن کے گزشتہ تعطل کے باوجود اپنا کام کرتی رہی ہیں ۔ اب مرکزی انجمن نے شاخوں کے الحاق کے متعلق اپنے نئے قواعد میں جو شرطیں قایم کی ہیں، وہ صرف دو ہیں ۔ ایک یہ کہ ہر شاخ اوسی وقت تسلیم کی جایگی جب اوسکے اراکین کی تعداد کم از کم ۲۵ ہو اور دوسری یہ کہ ہر شاخ کو اپنے ممبروں سے جو فیس داخلہ وصول ہو اسکا ۱/۴ وہ مرکزی انجمن کو دے۔ یہ شرط صرف فیس داخلہ کی حد تک ہے اور اس لئے محض برائے نام اور رسماً ہے تاکہ مرکز اور شاخ کے درمیان رابطہ زیادہ پائیدار ہو۔ اگر اس بات کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ مرکزی انجمن بنیادی کاموں میں اپنی شاخوں کو مالی امداد بھی دیگی تو ہمیں یقین ہے کہ الحاق کی یہ فیس جو محض برائے نام ہے کسی جماعت پر بھی گراں نہ گذریگی ۔ قواعد کی بعض تفصیلات ابھی زیر غور ہیں، لیکن تمام شاخوں کو اور اون جماعتوں کو جو مرکز سے رابطہ پیدا رکھنا چاہینگی معلوم ہونا چاہئے کہ تعلیم بالغان، مدارس شبینہ، ریڈنگ روم اور کتب خانے قایم کرنے کے لئے مرکز سے انہیں مالی امداد مل سکتی ہے اور اس مالی امداد کے بھروسہ پر شاخوں کو اپنے کام کا پروگرام بنانا چاہئے۔

عرصہ سے اردو کے کام کرنے والے ہم سے شاخوں کے قایم کرنے اور مرکز سے اونکے الحاق کے متعلق سوالات کر رہے ہیں۔ اس لئے مختصراً ہم نے انجمن کے جدید قواعد کی طرف یہ اشارہ کر دیا ہے ۔ جن بڑے شہروں اور صوبوں کے صدر مقامات پر کام کرنے والوں کی کافی تعداد موجود ہے وہاں مرکزی انجمن کی شاخ بغیر کسی تاخیر کے قایم ہوجانی چاہئے ۔ انجمن کے نمایندے عنقریب ملک کے مختلف گوشوں میں دورہ شروع کردینگے تاکہ مقامی کام کرنے والون

سے ملاقات کرکے انجمن کی شاخوں کے قایم کرنے میں اونکی مدد کریں۔

توقع کی جاتی ہے کہ ہر شاخ "ہماری زبان" کی ترقی اشاعت میں پوری پوری کوشش کریگی۔ یہ بات بہر حال یاد رکھنی چاہئیے کہ مرکزی انجمن کوئی تجارتی ادارہ نہیں ہے، بلکہ زبان کی صرف ایک علمی اور ادبی تحریک ہے جسکا مقصد قدیم اردو اور اوسکی آسان اور زیادہ عام فہم صورت کی حفاظت اور ترقی کے لئے کام کرنا ہے۔ اوسکی آمدنی اور اوسکی مطبوعات کا سارا منافع اوسی کے کاموں میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس لئے اوسکی شاخیں مرکز کی آمدنی اور منافع کے اضافہ میں جو کچھ بھی کوشش کرینگی وہ گویا اپنے ہی لئے کرینگی، اس لئے کہ جو کچھ انجمن کی جیب میں آیگا وہ آن ہی جماعتوں پر صرف ہوگا جو انجمن کی شاخوں کی حیثیت سے کام کرینگی۔

انجمن کی ۹ نئی کتابیں عنقریب شایع ہونے والی ہیں۔ لیکن ہمارے ارادوں اور حوصلوں سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ ایک سال میں ہم کم از کم ۲۰ کتابیں شایع کرنا چاہئیے ہیں اور کرینگے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ صرف کتابیں شایع کرنا ہی کوئی بڑا کام ہے۔ ہمیں تو ایسے عوام کے دلوں اور دماغوں تک پہنچنا ہے جو حرف شناس بھی نہیں ہیں۔ اونکے دلوں اور دماغوں تک پہنچنے کے لئے ہمیں تعلیمی تحریکوں میں زیادہ وقت اور زیادہ قوت صرف کرنی ہوگی۔ جسدن ہم نے اردو کے مکاتب اور مدارس کا ایک جال ملک میں بچھا دیا، ہماری زبان کا مستقبل محفوظ ہوجائیگا۔ یہ سچ ہے کہ ہمیں ان کوششوں کے نتایج کا عرصہ تک انتظار کرنا پڑیگا، لیکن کوئی دیوار معمار کے صرف ایک اشارے سے تو کھڑی نہیں ہوجاتی۔ اگر ہماری شاخیں اپنا کام بنیادی اصولوں کے مطابق شروع کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ چند سال کے اندر ہماری اجتماعی کوششیں نتایج نہ پیدا کریں۔

ایسے تعمیری کاموں میں اضطراب اور بے صبری نتیجہ خیز نہیں ہوا کرتی۔ اگر انجمن کی پہلی تاریخ پر نظر کی جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ کسطرح قدم بقدم انجمن نے اپنا سفر طے کیا ہے، لیکن اب جس منزل پر وہ آئی ہے وہاں دفعتاً دنیا بدل گئی، وہ سازگار حالات ختم ہوگئے جنمیں انجمن نے کام کیا تھا۔ اب اس نئی دنیا میں ہمیں نئی راہیں تلاش کرنی ہونگی، اور وہ ہم تلاش کر رہے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو لوگ غور و فکر کرنے کے بجائے اپنے جذبات کے اشاروں پر رقص کرنے لگتے ہیں وہ حقیقت شناسی کو بزدلی اور شکست خوردہ ذہنیت سے منسوب کرتے ہیں اور اختلاف نظر کو اپنے طعنوں کا ہدف بناتے ہیں۔ حقایق کو دیکھنے سے انکار کئے جانا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے پر اصرار کرنا ایک قسم کا احساس کمتری ہے، یعنی اس عمل سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ زمانہ کے انقلابوں سے منہہ پھیر کر ہم کوئی تاریک حجرہ یا کوئی غار تلاش کر رہے ہیں جہاں حالات کی آندھیاں ہمارے دامن کو نہ چھو سکیں۔ یہ علامت زندگی کی نہیں ہے، یہ علامت موت کی ہے!

انجمن کی شاخوں اور اونکے کام کرنے والوں کو اس قسم کے ذہنی جمود سے بچ کر مردانہ وار میدان میں آنا ہے اور کام کرنا ہے۔

ہم اپنے دوستوں کو ہر وقت یاد دلانا چاہتے ہیں کہ باوجودیکہ ملک کی سرکاری زبان کے متعلق ایک فیصلہ ہوچکا ہے لیکن "قومی زبان" کے انتخاب کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ وہ فیصلہ

تو ملک کے عوام ہی کو کرنا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اردو زبان میں (اوسکی آسان اور عام فہم صورت میں) قومی زبان بننے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ ملکی زبانوں کی اس دوڑ میں جو دوڑی جارہی ہے ہمارا گھوڑا لنگڑا نہیں ہے! اوس گھوڑے کے دوڑانے والوں کی فراست پر اوسکی رفتار کا انحصار ہے۔ ہم نہ حالات سے گھبراتے ہیں، نہ ہم مشکلات سے آزردہ ہیں، البتہ ہم حاضر حقیقتوں کو اپنا رہنما بنا کر اپنی زبان کو صرف اوسی سمت میں لے جانا چاہتے ہیں جس سمت میں اوسکی ترقی کے امکانات زیادہ ہیں۔ ہم اپنی زبان کے متعلق کسی احساس کمتری میں مبتلا نہیں، درحقیقت وہ احباب شکست خوردہ ہیں جو اپنی قدیم زبان کو جیب میں رکھ کر کسی جزیرہ کی طرف فرار ہونا چاہتے ہیں۔ انجمن یہ نہیں کر سکتی۔ آوسے اپنا راستہ صاف نظر آرہا ہے اور وہ راہ فرار نہیں ہے!۔

ہلکے ہلکے اشارے

- ایک دوست نے جو ایک ممتاز اخبار نوایس ہیں ہمیں یہ شکایت لکھی ہے کہ محکمہ ڈاک نے آن سے مطالبہ کیا ہے کہ اونکے رسالہ پر پتے اردو میں نہ لکھے جائیں بلکہ انگریزی یا ھندی میں لکھے جائیں!

- بات تو ٹھیک ہے ھندی کا بدل انگریزی ہی ہو سکتی ہے۔ کوئی دوسری ملکی زبان کیونکر ہو سکتی ہے! یہ معاملہ ایسا ہی ہے کہ جس قواعد و قوانین اور اداروں کے کلچرل حقوق کا حوالہ دیا جائے!!

---- کچھ افتاد طبیعت ایسی ہے کہ ہم اس قسم کے جا کیا اور مطاهروں سے خفا نہیں ہوتے بلکہ کسی قدر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ آخر حکومت کے یا ہو لوگوں کو غلطیان کرنے اور ٹھوکرین کھا کر گرنے کی اجازت کیوں نہ دیجائے! اگر وہ سمجھتے ہیں کہ اونکے عاملانہ احکام سے کوئی زبان آسمان پر چڑھ سکتی ہے اور کوئی فنا ہو سکتی ہے تو چند روز زحمتیں برداشت کیجئے اور آنہیں یہ تجربہ بھی کر لینے دیجئے! ---- قومی زبان کو بنانے والے ہم اور آپ ہیں، سرکار کے محکمے نہیں ہیں ---- ذرا انتظار کیجئے۔ یہ ھانڈی دھیمی آنچ میں پکیگی!!

---- ھندی ساھتیہ سمیلن نے ایک رزولیوشن پاس کیا ہے کہ ھندوون کے وہ اخبارات جو اردو رسم الخط میں چھپتے ہیں، جلد سے جلد ھندی رسم الخط اختیار کر لیں کیونکہ ھندی راشٹر بھاشا قرار پاچکی ہے اور یہ اخبارات اردو کی نادانستہ ترویج اور اشاعت کا سبب بن رہے ہیں۔

---- جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ھندی کے ہر یمی اردو کے دشمن بھی ہیں وہ تو اس رزولیوشن کو شہادت اور سند کے طور پر پیش کرینگے لیکن ہم آوسے ھندی کے درستون کی بے بسی پر محمول کرتے ہیں۔ جب ہی تو یہ بیچارے ایک زبان کو بڑھانے اور دوسری کو گھٹانے کے غیر فطری طریقے اختیار کرتے ہیں!

---- اردو کے اخباروں نے اس لئے اردو رسم الخط اختیار نہیں کیا کہ اردو رسم الخط سے اونکی کوئی رشتہ داری ہے بلکہ اس لئے وہ یہ جانتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ تعداد اونکے کھلنے کو جب ہی ملیگی اور سمجھی گئی ہے جب وہ اردو میں لکھتے ہیں، اس لئے وہ اس رسم الخط میں اپنے اخبار کا مقصد پورا کرتے ہیں ---- اردو کو ھندی میں منتقل کر کے اخبار نویسی کا مقصد حاصل نہ ہوا تو ایسے اخبار نویسی سے کیا فایدہ۔

—— سبھا نے یہ مشورہ ہندو' اخباروں کو دیا ہے —— یعنی ہمارے سیکولر ملک میں اخباروں پر ابھی تک "ہندو" اور "مسلم" کے لیبل لگے ہوئے ہیں۔

—— گویا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ ہندی رسم الخط "ہندو" اور اردو رسم الخط "مسلم"!

ہمارے خوبصورت دستور کی جے!

—— کبھی اس ساہتیہ سبھا کے پردھان مہاتما گاندھی بھی ہوا کرتے تھے!

وہی دیوانہ کا دستور فغاں ہے کہ جو تھا

(اختر ہوشیارپوری)

وہی سرمست فضاؤں میں دھواں ہے کہ جو تھا
وہی انداز جہان گذران ہے کہ جو تھا

آج بھی ہے وہی احساس کی تلخی وہی درد
اور وہی سلسلۂ وہم وگمان ہے کہ جو تھا

تیری نظروں سے بھی پائی نہ جنوں میں تسکین
وہی دیوانے کا دستور فغاں ہے کہ جو تھا

گو میرے ہاتھ سے دامن ترا کچھ دور نہیں
پھر بھی نظروں سے ترا جلوہ نہاں ہے کہ جو تھا

اور کیا حال سناؤں تمہیں دل کا اختر
موسم گل میں بھی تصویر خزاں ہے کہ جو تھا

رومن حرف دوسرے ملکوں میں

انڈونیشیا

(از پروفیسر ہارون خان شیروانی)

["ہماری زبان" کے بہت سے پڑھنے والوں کو اس کا علم ہے کہ رومن حرف آہستہ آہستہ دوسرے ملکوں میں قدم جماتے جا رہے ہیں اور کو ہر ملک کی ' یا یوں کہئے کہ ہر قوم کی زبان الگ الگ ہے ' لیکن یہ حرف دنیا کی ۷۰ فیصدی بلکہ ۸۰ فیصدی آبادی کی زبانوں کے حرف بن گئے ہیں ' اور آج کل اگر کسی رسم الخط کو ہم بین قومی لکھاوٹ کہہ سکتے ہیں تو وہ یہی رومن لکھاوٹ ہے! اس مقالے میں آسان اردو میں مختصر طور پر یہ بیان کیا جائیگا کہ یہ رومن حرف کس طرح دنیا میں پھیلتے جا رہے ہیں ' اور جب یہ سلسلہ ختم ہونے پر آئے گا تو اس وقت یہ دکھانے کی کوشش کی جائیگی کہ اس وسعت کے سبب کیا ہیں]

دو تین برس سے انڈونیشیا کا نام ذرا زیادہ سننے میں آرہا ہے لیکن نسبتاً کم لوگوں کو اس کا علم ہوگا کہ اس کا پھیلاؤ کتنا ہے اور اس میں کتنے آدمی بستے ہیں۔ جزیروں کے جس مجموعے کو اب انڈونیشیا کہتے ہیں وہ تین ہزار سے زیادہ بڑے اور چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہے ' اور یہ جزیرے بحر ہند اور بحر کاہل کے گویا سنگم پر کم وبیش ڈھائی ہزار میل لمبے اور ڈیڑھ ہزار میل چوڑے رقبے پر بکھرے ہوئے ہیں۔ انکی آبادی ۱۹۴۰ع میں سات کروڑ تھی اور ۱۹۵۰ع میں اس کا اندازہ آٹھ کروڑ کا کرنا چاہئے۔ جزیروں میں سب سے بڑا سماترا ہے جس کا رقبہ ایک لاکھ چونسٹھ ہزار مربع میل ہے اور سب سے آباد جاوا ہے جسکی آبادی اب سوا پانچ کروڑ ہوگی۔ مذہبی اعتبار سے ۹۰ فیصدی انڈونیشی مسلمان ہیں اور باقی دس فیصدی میں سے کچھ عیسائی ' کچھ (زیادہ تر جزیرہ بالی میں) ھندومت کے پیرو اور مجموعے کے پوربی حصے میں ہیولہ پرست ملتے ہیں۔ تاریخ کے کسی زمانے میں انڈونیشیا میں اسلام تلوار کے زور سے یا کسی قسم کے سیاسی جبر سے نہیں پھیلا بلکہ اس کی مثالی

توسیع کا باعث محض خاموش مذہبی تبلیغ ہی رہی۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ۱۱۱۱ء میں کچھ انڈونیشی لوگ مسلمان ہوئے، اور ۱۲۰۰ء میں پہلی "عطیہ" نامی اسلامی سلطنت سماترا کے جزیرے کے ایک حصے میں قایم ہوئی اب تو نئی گنی کو چھوڑ کر (جو اس وقت تک انڈونیشی جمہوریہ میں شامل نہیں) باقی جتنے جزیرے ہیں ان میں سے اکثر میں مسلمانوں کی تعداد ۹۸، ۹۹ فیصدی ہے، کو بعض میں مسلمانوں کی تعداد نسبتہً کم ہے۔ ان مسلمانوں میں اسلام کا سچا درد پایا جاتا ہے اور اسکی وہ سب بھائی، جنھیں حج بیت اللہ کاشرف حاصل ہے، تصدیق کرینگے کہ سماتریوں اور جاویوں سے زیادہ مشکل ہے کسی دوسری اسلامی قوم کو اپنے مذہب میں غلو ہوگا۔

یہ تمہید بیان کرنے کی اس لئے ضرورت پڑی کہ زبان اور اس کی لکھاوٹ کا تھوڑا بہت پس منظر معلوم ہوجائے۔ یوں تو جزیروں کے اس بڑے مجموعے میں (جو شاید اپنی قسم کا دنیا میں سب سے بڑا ہے) پچیس مستقل ادبی زبانیں اور دوسو کے قریب بولیاں بولی جاتی ہیں، لیکن آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے اس زبان کو جسے اب "بھاشا انڈونیشیا" کہتے ہیں دوسری زبان پر ایک خاص فوقیت حاصل ہے۔ یہ "بھاشا انڈونیشیا" اصل میں اس زبان کی ایک شکل ہے جو ابتدا میں پوربی سماترا میں پلی اور پروان چڑھی، اور کہا جاتا ہے کہ یہی ملائی زبان بدھ متی سلطنت "شری وجیے" کی سرکاری زبان تھی جس کا مرکز تو سماترا کا شہرپالمبانگ تھا مگر جو بارھویں صدی عیسوی میں شاید لنکا سے فلپائن جزیروں تک پھیل گئی تھی۔ جب سترھویں صدی میں ملایا کے جزیروں پر ولندیزیوں کا قبضہ ہوا اور یہاں کی سلطنتیں آہستہ آہستہ ولندیزی جزایر شرق الہند" میں جذب ہوگئیں تو زبان کے پھیلاؤ کے اعتبار سے رد عمل شروع ہوا۔ ولندیزیوں کو کسی ایک زبان کو ترقی دینے میں کیا دلچسپی ہو سکتی تھی، چنانچہ جو زبان بعد میں چل کر انڈونیشی بنے والی تھی وہ پچیس زبانوں میں سے ایک ہو کر رہ گئی۔ کسی ایک مقامی زبان کو ترقی دینے کے بجائے ولندیزی زبان کو اتنا رواج دیا گیا اور ملک کو اتنا ولندیزی بنانے کی کوشش کی گئی کہ جاوا اور انڈونیشیا کی راجدھانی "جکارتا" کا نام بدل کر "بٹاویا" رکھ دیا گیا جو کسی زمانے میں خود ولندستان کا پرانا لاطینی نام تھا۔ بہر حال سماترا کے پوربی حصے کی اس "ملائی زبان کو انیسویں صدی میں نئے سرے سے فروغ ہونا شروع ہوا، اور اس صدی کی پہلی دو یا تین دہائیوں میں آہستہ آہستہ اس میں اندرونی ارتقا ہونے لگا۔ آخر کار جب انڈونیشیوں میں آزادی کے جذبے پیدا ہونے شروع ہوئے تو اس سماتری زبان کو انھوں نے "بھاشا انڈونیشیا" کا لقب دیکر اسے سارے ملک کی سرکاری زبان بنا دیا۔

یہ زبان اصل میں عربی رسم خط میں لکھی جاتی تھی اور جس طرح اردو میں ٹ ڈ ڑ کو خالص ہندی آوازوں کے لئے ڈھالا گیا، اسی طرح اس زبان کی خاص آوازوں کے لئے چ، ڠ، ڽ گھڑے گئے۔ لیکن جب انڈونیشیا والوں کو رومن لکھاوٹ اور اس کی بین قومی اہمیت کا احساس ہونے لگا

تو وہ اس طرف مائل ہوئے کہ دوسری زبانوں کی لکھاوٹ وہی رہے جو پہلے تھی یعنی عربی، جاوی، وغیرہ، لیکن اس زبان کی لکھاوٹ، جو تمام انڈونیشیا کی مشترک زبان ہو رومن ہی قرار دی جائے۔ اس احساس میں اس واقع سے اور بھی زیادہ ترقی ہوئی کہ موجودہ صدی کی ابتدا میں ولندیزیوں نے مختلف زبانوں کی لکھاوٹوں کے ساتھ رومن لکھاوٹ جاننے کو بھی تمام ابتدائی اور ثانوی مدرسوں میں لازم کر دیا۔ جب ۱۹۲۸ء میں نوجوان انڈونیشیوں کی کانفرنس ہوئی تو انہوں نے "بھاشا انڈونیشیا" کو قومی زبان اور رومن لکھاوٹ کو قومی زبان کی لکھاوٹ قرار دیا، اور جب ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء کے یادگار دن پریزیڈنٹ عبدالرحیم سوکارنو نے انڈونیشی جمہوریہ کا اعلان کیا تو نہ صرف یہ کہ اس زبان کو سرکاری زبان قرار دیا گیا بلکہ بغیر کسی قسم کے ردوکد کے رومن لکھاوٹ کو جمہوریہ کی سرکاری لکھاوٹ مان لیا گیا۔

اس وقت بھاشا "انڈونیشیا" بلا کسی تکلف کے رومن حرفوں میں لکھی جاتی ہے اور زبان کے بڑے بڑے عالموں نے اس کے لئے قاعدے مقرر کر دیے ہیں جن پر سختی سے عمل ہوتا ہے۔ لکھاوٹ کی خصوصیتیں یہ ہیں:— (چ) *ch* (خ) *sj* (ش) *nj* (ञ) *dj* (ج) *tj* (چ) (ی) *G* باقی آوازیں دوسرے رومن حرفوں کے طریقے سے معمولی طور پر لکھی جاتی ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ رومن حرفوں کی حد تک س، ص اور ث، ذ، ز، ض اور ظ، ع اور گ، ق اور ک کا فرق نہیں کیا جاتا اور ع کی آواز کو الٹے واو (ʻ) سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

علمی اصطلاحوں کے لئے جہاں ممکن ہوتا ہے انڈونیشی مادوں سے لفظ بنائے جاتے ہیں لیکن انڈونیشیوں کو اس کا احساس ہے کہ یورپی زبانوں سے لفظ لئے بغیر کام نہیں چلے گا، چنانچہ انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ خاص خاص علموں میں خاص خاص یوروپی زبانوں انگریزی، فرانسیسی، جرمن، لاتینی سے لفظ لیکر انہیں انڈونیشی سانچے میں ڈھالا جاتا ہے اور انڈونیشی قاعدے کے بموجب گردانیں کی جاتی ہیں اور مشتق لفظ بنائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر سیاسیات اور معاشیات میں ولندیزی زبان اور طب میں لاتینی زبان سے مدد لی جاتی ہے، لیکن سب سے پہلے ان لفظوں کو انڈونیشی سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔ مثلاً ایک ولندیزی لفظ Proclematie بمعنے اعلان کے ہیں۔ پہلے اسے نئے انڈونیشی رسم الخط کے بموجب Proklamasie بنایا اور پھر اس سے مشتق لفظ انڈونیشی اصول پر بنائے۔ مشتقوں کی مثال لفظ Control سے صاف ہو جائے گی۔ یہ لفظ پہلے انڈونیشی لفظ Kontrol بنا یہ انڈونیشی مادہ قرار پایا اس سے Pengontrolan , Mengontrol , Dikontrol وغیرہ بیسوں شکلیں بنائی گئیں۔

غرض جزیروں کے اس مجموعہ میں جسے انڈونیشیا کہتے ہیں، ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گویا تقریباً تین لاکھ مربع میل

کے رقبے میں، جہاں بہت سی زبانیں اور سیکڑوں بولیاں بولی جاتی ہیں، صرف ایک ہی زبان مشترکہ زبان کا کام انجام دیتی ہے، اور آج سے سرکاری طور پر رومن لکھاوٹ میں لکھا جاتا ہے گو خانگی طور پر عربی ملائی لکھاوٹ بھی جائز سمجھی جاتی ہے۔

(راقم نے انڈونیشیا پر جو کتابیں یا مضمون لکھے ہیں ان سے مدد لی ہے، مگر وہ مس مریم صالح (پرائیوٹ سکریٹری ہز ایکسی لنسی ڈاکٹر سودرسونو سفیر انڈونیشیا) کا اور مسٹر آبانی کا (جو کچھ دن تک ڈاکٹر سودرسونو کے غیاب میں سفارت کا کام انجام دے رہے تھے) مرہون منت ہے کہ انہوں نے زبان اور لکھاوٹ کی موجودہ کیفیت کے متعلق پوری معلومات بہم پہونچائیں)

جامعہ ملیہ کے نئے منصوبے

مالی امداد کی اپیل

(از ناظم نشر و اشاعت جامعہ)

کئی سال کی خاموشی کے بعد ہم میں آپ میں حرف و حکایت کا سلسلہ پھر شروع ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ستمبر ۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں جامعہ ملیہ کو بڑا شدید نقصان پہونچا۔ اس کے دو ادارے جو شہر میں تھے، یعنی ادارہ تعلیم و ترقی اور مکتبہ جامعہ بالکل برباد ہوگئے اور ان کا لاکھوں روپئے کا اثاثہ ضائع ہوگیا۔ البتہ جامعہ نگر کے ادارے اس تباہی سے بچ گئے لیکن ان میں طلبہ کی تعداد کافی کم ہوگئی

مگر خدا کا شکر ہے کہ جامعہ کی سب سے بیش بہا دولت، یعنی اس کے کارکنوں کی اولوالعزمی اور ہمت سلامت رہی اور ان کے ثبات و استقلال میں کمی نہیں آئی۔ اس نازک اور خطرناک دور میں وہ چٹان کی طرح اپنی جگہ پر جمے رہے اور اپنے کام میں لگے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو کام رک گئے تھے وہ خدا کے فضل سے پھر چلنے لگے۔ تعلیم و ترقی کے ایک مرکز کی جگہ اب پانچ مرکز کام کر رہے ہیں۔ مکتبہ جامعہ پانچ لاکھ کے سرمائے سے لمیٹڈ کمپنی بنا دیا گیا ہے۔ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ نے پہلے سے زیادہ ترقی کرلی ہے اور اس کے ہوسٹل کی نئی شاندار عمارت بن گئی ہے دوسرے تعلیمی ادارے اپنی اصلی حالت پر آگئے ہیں اور اب ان کی توسیع و ترقی کی تجویزیں سوچی جا رہی ہیں۔ عام تعلیم کے ساتھ ساتھ اسکول میں صنعتی تعلیم جاری کرنے کا اور کالج میں معلمی اور صحافت کا کورس جاری کرنے کے منصوبے تیار ہوگئے ہیں تاکہ جو طالب علم یہاں سے تعلیم پا کر نکلیں، انہیں اس شدید معاشی کش مکش کے زمانے میں روزی کمانے میں آسانی ہو۔ یوں تو جامعہ ملیہ کی سند کو یو.پی، بہار، بمبئی کی حکومتوں نے تسلیم کر لیا ہے اور دوسری حکومتیں اور یونیورسٹیاں بھی جلد تسلیم کرلیں گی، جن سے ان کے لئے نوکری، وکالت، ڈاکٹری، انجنیری وغیرہ کے دروازے کھل جائیں گے، لیکن جامعہ کے کارکنوں کی خواہش اب بھی یہی ہے کہ ہمارے طالب علم زیادہ تر صنعت، حرفت،

زراعت، معلمی اور صحافت کو اپنا وسیلہ معاش بنائیں، تاکہ انہیں عوام سے قریب رہنے اور قومی تعلیم اور سماجی خدمت کے کاموں میں حصہ لینے کا موقع ملے۔ ان کے اس خواب کی ایک شاندار تعبیر نکلنے کی امید پیدا ہو گئی ہے۔ یعنی یونیورسٹی کمیشن نے سفارش کی ہے کہ حکومت جامعہ ملیہ کو نمونے کی رورل یونیورسٹی بنائے جس میں ہمارے نوجوان عام تعلیم کے ساتھ ساتھ صنعتی تعلیم اور سوشل سروس کی تربیت پا کر عزت سے روزی کمانے اور اسی کے ساتھ قوم کی تعمیری خدمت کرنے کے قابل ہوں۔

غرض جامعہ ملیہ پھر نئے جوش اور ولولے کے ساتھ نئے حالات کے مطابق نئے منصوبے لے کر راہ عمل میں قدم رکھ رہی ہے۔

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

انشاء اللہ ہندوستان میں مسلمانوں کی بکھری اور اجڑی ہوئی زندگی کے سمٹنے اور سنورنے کا کام آپ کے اسی حقیر ادارے کے ہاتھوں انجام پائے گا جسے شیخ الہند مرحوم، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، مولانا محمد علی اور مہاتما گاندھی نے اسی دن کے لئے قایم کیا تھا۔

اب جامعہ کی مالی حالت کے متعلق بھی دو لفظ سن لیجئے۔

اس کی آمدنی کے دو ہی ذریعے تھے ایک ریاستوں کی امداد اور دوسرے عام چندہ۔ ریاستوں کی امداد کچھ تو بند ہو گئی اور جو باقی ہے اس کا بھی یقین نہیں کہ زیادہ دن جاری رہے گی۔ عام چندہ اس پریشانی اور بدامنی کی حالت میں جو اب تک رہی ممکن اور مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے ہمدردان جامعہ کا کام قریب قریب بند کر دیا گیا اور ہم اپنے پچھلے اندوختے کو صرف کرتے رہے۔ اب ایک طرف تو ہمارا سارا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اور دوسری طرف خدا کے فضل سے ملک کی حالت سنبھل گئی ہے اور یہ امید پیدا ہو گئی ہے کہ آئندہ بگڑنے نہیں پائے گی اس لئے ہم پھر اپنے ہمدردوں کے حلقے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ ساری دقتوں اور دشواریوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ ایک قلیل رقم جامعہ کی امداد کے لئے مخصوص کر دیں۔ آپ حضرات سے یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ جب حالت ناقابل اطمینان ہو، اس وقت مستقبل کی فکر اور ضروری ہو جاتی ہے۔ زندہ جماعتوں کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ موجودہ تباہی کے درمیان آئندہ کے لئے تعمیر کا کام اور زیادہ جوش اور انہماک سے کرنے لگتی ہیں۔

زبان کے متعلق مہاتما گاندھی نے کیا کہا تھا؟

آپ معلوم کرنا چاہیں تو انجمن کی زیر طبع کتاب کی خریداری کے لئے فوراً لکھ دیجئے جو عنقریب شائع ہو گی۔

رسالے اور کتابیں

ایشیا بمبی-

ماہنامہ سالانہ چندہ ۸ روپیہ - ملنے کا پتہ کورٹ رایل کرایسٹ چرچ روڈ - بائیکلہ - بمبی ۸ -

ادبی ایشیا کے ایڈیٹر جناب ساغر نظامی ہیں جو ملک کے مشہور شاعر ہیں - بچپن سے شعر ادب کی دنیا میں رہتے رہتے شعر و ادب کی خدمت کا ذوق ان کا مزاج بن گیا ہے، مضامین کی ترتیب و تہذیب اور کتابت وطباعت کی شان کا جو سلیقہ ساغر صاحب کو میسر ہے وہ اچھے اچھوں کو نصیب نہیں -

ایشیا ان ہی کی نگرانی اور ایڈیٹری میں ان کی روایتی خصوصیات کے ساتھ ماہانہ شایع ہوتا ہے اور ہر پرچہ پڑھنے کے لایق ہوتا ہے -

ہماری آواز

سالانہ چندہ دس روپئے - ایک پرچے کی قیمت ۴ آنہ - ملنے کا پتہ قلم نگر - چاندنی چوک - دہلی

"راہ نوردِ بے کشش" دہلی کے چند ادیب نوجوانوں کا ایک ادارہ ہے جو بہت اچھا کام کر رہا ہے - "ہماری آواز" اسی ادارے کے طرف سے باتصویر ہفتہ وار شایع ہوتا ہے اس کے ادبی سرپرستوں میں ملک کے اچھے ادیبوں اور شاعروں کے نام نظر آتے ہیں - جیسے حضرت جگر مرادآبادی، فضل الرحمان عثمانی وغیرہ - خامیاں کم ہیں خوبیاں زیادہ - امید ہے کہ ادارہ اس پرچے کو زیادہ کامیاب بنانے کی سعی کرے گا -

مخزن

سالانہ چندہ پانچ روپئے، ایک پرچے کی قیمت آٹھ آنے - ملنے کا پتہ - مال روڈ - شاہ دین بلڈنگ - لاہور

علمی اور ادبی مخزن شیخ عبدالقادر مرحوم نے پہلے پہل ۱۹۰۱ میں جاری کیا تھا- اس وقت ملک میں مخزن اپنی گوناگون صفات کے اعتبار سے اپنا ایک مقام رکھتا تھا- اس کی نشاۃ ثانیہ بدلے ہوئے حالات میں قابل قدر ہے اور لایق مطالعہ - اس کے ایڈیٹر جناب حامد علی خان صاحب ہیں جو ادبی دنیا میں اپنی ایک جگہ رکھتے ہیں - "تبرکات مخزن" کا اضافہ قابل قدر ہے -

عدل-

بمبی - سالانہ چندہ پانچ روپئے - فی پرچہ ۸ آنہ ملنے کا پتہ ادارہ تبلیغ الاسلام ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ کھڑک - بمبی -

عدل ادارہ تبلیغ الاسلام بمبی کا ماہانہ ترجمان ہے - جو اپنے مقاصد کے لحاظ سے کامیاب پرچہ ہے اور اپنے طور پر قوم کی اچھی خدمت انجام دیتا ہے - اخیر میں کچھ صفحے بچوں کے لئے بھی مخصوص ہیں -

ادارۂ ادبیات اردو

حیدرآباد دکن کے مرکزی "ادارہ ادبیات اردو" نے اپنی مختلف مجلسوں شعبوں اور شاخوں کے ذریعہ سے اردو زبان اور ادب کی جو خدمات ۱۹۳۶ سے اخیر ۱۹۴۹ع تک انجام دی ہیں ان کا یہ رسالہ ایک مجمل تذکرہ ہے جسکو خواجہ حمید الدین صاحب شاہد ایم - اے ایڈیٹر رسالہ (سب رس) نے مرتب کیا ہے - ۸ آنہ میں ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن سے مل سکتا ہے - یہ ادارہ ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور دکن میں اوس نے زبان کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے -

متحدہ ہندوستانی

قیمت فی جلد ایک روپیہ

علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ۔ ادبی مرکز عدد پبلیشرز۔ بمبئی ۸۔

ڈاکٹر سید محمود صاحب کا شمار ہندوستان کے اُن چند مخلصین میں کیا جاتا ہے جنہوں نے ملک اور قوم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ "متحدہ ہندوستانی قومیت" ان ہی کے منتشر خیالات کا مجموعہ ہے جو پہلے رسالہ ایشیا بمبئی میں شائع ہوا تھا۔ اب اسکو کتابی شکل میں ڈاکٹر صاحب کے تمہیدی اشاروں کے ساتھ جناب ساغر نظامی ایڈیٹر رسالہ ایشیا نے شائع کیا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہ اوراق انہوں نے مہاتما گاندھی جی کی خدمت میں پیش کئے تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ ان کو آنے والے خطروں سے آگاہ کر دیا جائے۔

جن خطروں کی طرف ڈاکٹر صاحب نے اشارے کئے تھے ان کا خیال ہے کہ وہ سامنے آئے۔ پھر بھی ڈاکٹر صاحب مایوس نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان اگر اب بھی سچائی اور محبت سے مل کر رہیں تو یہ ہندوستان گہوارہ تمدن بن سکتا ہے ــــــــــ کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اوس نے موضوع کو جذباتی بحث کے رنگ میں پیش نہیں کیا ہے۔ جو تاریخی حقائق پیش کئے گئے ہیں اور آن سے جو قدرتی نتائج اخذ کئے گئے ہیں وہ سوچنے والوں کے لئے اپنے اندر بہت وسیع میدان رکھتے ہیں۔

اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری

مرتبہ:۔ انجمن ترقی اردو

جس قدر انگلش اردو ڈکشنریاں ابتک شائع ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ جامع اور مکمل یہ ڈکشنری ہے۔ اس میں تخمیناً دو لاکھ انگریزی الفاظ اور محاورات کی تشریح کی گئی ہے۔ انگریزی زبان میں اب تک جو تازہ ترین اضافے ہوئے ہیں وہ تقریباً تمام کے تمام اس میں آگئے ہیں۔ ایسے الفاظ جن کے مختلف معنی ہوں اور اُن کے نازک اختلافات کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا ان کی وضاحت مثالیں دے دے کر کی گئی ہے ڈمائی سائز حجم ۱۹۵۰ صفحات' قیمت۔ (۳۰) تیس روپیہ علاوہ محصولڈاک۔

ہندوستان کا سب سے بڑا ادبی مرکز۔ بک ڈپو انجمن ترقی اردو دہلی ہے جہاں انجمن ترقی اردو دارالترجمہ عثمانیہ حیدرآباد دارالمصنفین اعظم گڈھ ندوۃ المصنفین دہلی وغیرہ کی معیاری مطبوعات اور ہر علم و فن کی کتابیں ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ اگر آپ کو کتابیں پڑھنے کا شوق ہے تو ہم سے خدمت لیں ہم کتابوں کی فراہمی میں خواہ وہ کہیں کی چھپی ہوئی ہوں زیادہ سے زیادہ سہولت اور کفایت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ مہتمم

بک ڈپو انجمن ترقی اردو

اردو بازار۔ جامع مسجد۔ دہلی

باہتمام عزیز حسن عزیز منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شائع کیا۔